سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (لعہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹



نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم. اے }
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
میکلوڈ روڈ لاہور
پادری ڈبلیو۔جے کلارک صاحب
ایم.اے (ایمپرس روڈ۔ لاہور) مینجر

جملہ خط وکتابت و ترسیل زر بنام مینجر صاحب ہونا چاہیئے.
مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹرز ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۳ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۳ اپریل ۱۹۲۵ء | نمبر ۱۴

غزل

(از قلم ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ صاحب حشمت لودیانوی)

طبع فسردہ است خیالِ چمن کجاست — در سر ہوائے جلوۂ سرو و سمن کجاست
دفعِ ملال از دلِ غمناکِ خود کنم — ہر خود بگوے کہ آں انجمن کجاست
عمریست ہمچو ریگِ رواں رو بغربتیم — من بعد ہم دگر سروکار از وطن کجاست
گیرم برنگ و بوئے گلِ خوش مقابل است — اما بناز کیشِ گلِ دلبر من کجاست
دین و دل است جمع بہ عشوہ ساز تو — ہمیاں بدستِ ماست مگر راہزن کجاست
حشمت دریں زمانہ خیالِ سخن مکن
در دہر قدر و مرتبہ دانِ سخن کجاست

آنریبل رائے صاحب لالہ چھوٹو رام
زراعتی وزیر و مسیحیان سیالکوٹ شہر

عرصہ دو ہفتہ کا گذرا کہ آنریبل منسٹر آف ایگریکلچر شہر سیالکوٹ میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی آمد کی تقریب پر شہر کی مسیحی کوآپریٹو سوسائٹیز نے ایک بڑا اجازی اور شاندار جلسہ۔ جوبلی چرچ کے احاطہ میں منعقد کیا۔ جگہ بڑی اچھی طرح سے سجائی گئی تھی۔ کثیر التعداد لوگ علاوہ بنکوں کے ممبر کاہ کے حاضر تھے۔ جلسے کی کروفر اور شان وشوکت نہایت دلکش تھی۔ آنریبل منسٹر کی آمد پر جناب پادری غلام مسیح صاحب پاسٹر کلیسیا شہر سیالکوٹ اور پریذیڈنٹ مقامی کوآپریٹو سوسائٹیز نے آپ کے خیر مقدم میں ایک نہایت فصیح اور بلیغ تقریر کی۔ پادری صاحب موصوف عرصہ بیس سال سے اس بڑے شہر میں بڑی محنت اور جفاکشی سے خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے مقامی غریب مسیحیوں کو بہت سا فائدہ پہنچا ہے۔ آپ نے دوران تقریر میں مختصراً ان تمام جملہ فوائد کا تذکرہ کیا۔ جو کہ ان انجمنوں کے قائم کئے جانے سے بالخصوص مسیحی جماعت کو حاصل ہوئے۔ آپ نے تقریر کے خیر مقدمی حصہ میں یوں فرمایا کہ آج مقامی مسیحیوں کی خوشی اور حد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا وہی قصہ ہے جو کہ پنجابی زبان میں ایک مثل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے یعنی چھوٹو کے گھر نارائن آیا۔

پادری صاحب نے مختصراً چار بڑے فوائد کا تذکرہ کیا جو کہ مسیحی جماعت کو پہنچے

۱۔ اخلاق۔ کثیر التعداد اشخاص جو پیشتر ازیں جوئے بازی اور شراب خوری کی بُری اور قبیح عادات میں مبتلا اور گرفتار تھے۔ اب اپنے کو قرضہ لینے کے قابل اور لائق بنانے کی غرض سے ان جملہ عادات کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا ہے۔ اس لئے گذشتہ قلیل عرصہ میں نہایت نتیجہ خیز تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ روحانی زندگیوں کو تقویت اور مضبوطی نہایت درجہ کی حاصل ہوئی ہے۔

۲۔ مالی اور اقتصادی حالت۔ لوگوں کے گردی شدہ اور منتشرہ قرضہ جات ایک جگہ یعنی بنک میں جمع ہوگئے ہیں۔ سوسائٹی کے سوا اور کسی کے مقروض نہیں۔ قرضے باقی نہیں رہے۔ یہاں انہیں ۲۵ سے ۳۰ فیصدی سود دینا پڑتا تھا۔ اب صرف نو فیصدی دینا پڑتا ہے۔ قرضہ صرف سنٹرل بنک سے دستیاب ہوتا ہے۔

۳۔کفایت شعاری کی عادت پیدا ہوگئی ہے۔ جو لوگ پیش ازیں اپنے روزانہ مصارف سے بیشتر خرچ کیا کرتے تھے اب اُس میں سے بچا کر اپنے اقساط اوقاتِ معینہ پر ادا کرتے ہیں اور اپنا ماہواری چندہ بھی۔ علاوہ ازیں زنانہ تھرفٹ سوسائٹیاں اس کفایت پر ایک بڑا حاشیہ چڑھا رہی ہیں۔ مستورات بھی اپنا ماہواری چندہ بروقت ادا کرتی ہیں اور اپنے مردوں کے بنکوں میں جمع کرا دیتی ہیں تاکہ حسب ضرورت مکانوں کی تعمیر اور بیاہ شادی کے نہایت ضروری موقعوں پر اپنا روپیہ بمعہ سود نکلوا سکیں۔ کیا یہ غریب مسیحیوں کی حالت میں ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز تبدیلی نہیں؟

۴۔باہمی میل ملاپ یا سوشل پہلو میں ترقی

اس سے پہلے جو لوگ شاذو نادر اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ اب حسب ضرورت مہینہ میں ایک دو دفعہ سوسائٹی کی میٹنگس کے لئے ضرور اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اب شرکاء کے باہمی تعلقات زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ ہر ایک جماعتی معاملہ میں ایک دوسرے کی صلاح و مشورہ کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔ موجودہ تبدیلی اصلاح شدہ گورنمنٹ حاضرہ کے حسب اغراض ہے۔ ایسے مجلسی اجتماع اور تبادلۂ خیالات لوگوں کو اچھی باتوں کی گوش گذاری سے بے قیاس فائدہ ہوتا ہے۔ وے دوسروں کی خواہشات اُمنگوں اور جذبات کا واجب پاس کرنے لگ گئے ہیں۔ مذکورہ بالا باتیں مسیحی جماعت کی روحانی بہتری اور بہبودی کے لئے ایک بڑی امداد و پشتی ہیں۔

اور نیز پادری صاحب کو موصوف نے گورنمنٹ عالیہ کی اس تجویز اور طرز عمل کے لئے سرکارِ عالیہ کو مبارکباد کہا اور دلی شکر گذاری کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ انہوں نے غریب اور بے کس لوگوں کے درمیان ایسی فیض رساں سوسائٹیوں کی نیو ڈال کر ان کو مستفیض کیا مزید براں آپ نے سرکاری افسران بالخصوص سردار اقبال سنگھ صاحب سرکل رجسٹرار کی سعیِ بلیغ اور خوش اخلاقی کی داد دی اور نیز انسپکٹر صاحب۔ لالہ ہرگوپال داس صاحب کی ہمدردی اور ملائم طبیعت اور ہر دلعزیزی اور لالہ جگن ناتھ صاحب کی محنت اور جفاکشی پر انہیں مبارکباد کہا۔ اُس خدمت کے لئے جو کہ وہ غریب مسیحیوں کے درمیان کر رہے ہیں۔

پادری صاحب موصوف کی بلیغ اور فصیح تقریر کے بعد آنریبل منسٹر چوہدری چھوٹو رام صاحب نے کمال محبت اور دلی ہمدردی سے معمور تقریر اس کے جواب میں فرمائی جو کہ ہم اختصاراً ذیل میں درج کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا کوئی ارادہ نہ تھا کہ آپ اس موقع پر کوئی تقریر فرمائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ پادری غلام مسیح صاحب کی پُرفصاحت تقریر نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ اس موقع پر جواب میں کچھ کہیں۔ آپ نے اُس ترقی کا جو کہ مسیحیوں نے ہر پہلو میں کی دیکھ کر اپنی خوشی کا گہرا اظہار کیا۔ آپ نے نہایت فروتنی اور انکساری کے ساتھ فرمایا کہ آپ منسٹر نہیں بلکہ خادم۔ اور نیز یہ بھی فرمایا کہ آپ ہندو ہیں۔ لیکن غریب لوگوں سے آپ کا دلی اُنس اور لگاؤ ہے۔ اور ہندو قوم خدا کے حضور میں ایک بڑے جرم کی مرتکب ہے کہ اُنہوں نے بنی نوع انسان کو بنظرِ حقارت دیکھا۔ اور فرمایا کہ خدا اُن کے اس گناہ کو کبھی معاف نہ کریگا۔ خدا نے ہر ایک انسان کو یکساں پیدا کیا ہے۔ آخر میں آپ نے پادری غلام مسیح صاحب کی محنت اور گرمجوشی کے لئے جو اُنہوں نے کواپریٹو ڈیپارٹمنٹ کو دی دلی شکریہ ادا کیا۔

جناب کی اس تقریر سے حاضرین جلسہ پر بڑا اثر غریب لوگ جنہوں نے ایسے اعلےٰ افسر نام کبھی نہ سُنا تھا۔ اب اُن کو اپنے درمیان بطور دوست اور سرمفرما حاضر پایا۔ اُن کی خوشی بے بیان تھی۔ اعلیٰ افسروں کا اس طرح سے آنا لوگوں کے لئے نہایت تقویت کا باعث ہے۔ اُن کے حوصلے بڑھتے اور اُن کی جرأت میں ترقی ہوتی ہے۔ اگر اس طرح سے اعلےٰ افسران کا ملاحظہ جاری رہا تو لوگ بہت ترقی کرینگے۔ آخر میں ہم پادری صاحب موصوف کی محنت اور حُسن انتظام کے لئے اُنہیں مبارک کہتے ہیں جنہوں نے سب کچھ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کیا۔ اُمید ہے کہ مسیحیوں کے درمیان بہت سی سوسائٹیاں جاری کی جاوینگی تاکہ اُن کی اخلاقی اور اقتصادی حالت بہتری ہو سکے۔

بقلم خود مہر الدین سکریٹری محلہ حاجی پورہ عیسائیاں جھنگ

مسیحیوں کی توجہ کے قابل

اکثر کر کے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مسیحی کلیسیا اُن اقوام میں سے برگذیدہ ہے جنکو کہ عام لوگ نیچ کہتے ہیں اور یہ کسی قدر سچا بھی ہے۔ اس لئے کہ لکھا ہے کہ "خدا نے دنیا کے بیوقوفوں کو چن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے۔ اور خدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے۔ اور خدا نے دنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ موجودوں کو نیست کرے۔ تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے۔ (۱ کرنتھیوں ۱: ۲۷-۲۹)

مسیحی مذہب کی شان میں یہ تو البتہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے پیروکاروں کا جتنا شمار جہالت سے نکلکر کسی قدر تعلیم یافتہ ہو گیا ہے۔ اُتنا شمار فی صدی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہوا ہو (دیکھو صفحہ ۱۱)

نورافشان

مطبوعہ ۳- اپریل ۱۹۲۵ء

قابل فخر مولینا نصیر الدین کرنالوی

خدا کا شکر ہے کہ جس نے اپنے جلال اور نورافشاں کی خدمت کے لئے قابل فخر مولانا مولوی نصیر الدین صاحب نصیر کرنالوی کو پھر صحت و شفا عطا فرما کر اس قابل کیا کہ وہ اُس کی حمد و ستائش میں نوا سنجی کرتے رہیں۔ نورافشاں کی کرنوں میں نورانیت کا وصف زیادہ بڑھاتے رہیں۔ مسیحیوں کے دلوں میں مسیحیت کی محبت کے جذبات پیدا کرتے رہیں۔ آپ "امداد غیبی" کے عنوان سے ناظرین کرام سے کلام کرنے لگے ہیں۔ "کشت زعفران" کے عنوان سے ہماری مجلسی زندگی میں نیا لطف پیدا کرنے کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ شعر و سخن کے سلسلہ میں پھر زندگی کی روح پھونکنے لگے ہیں۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا آپ کے بیانات کو مؤثر کرے اور آپ کے وسیلے سے اپنے نام کو اپنے بندوں میں جلال دیوے۔ آمین۔

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب حشمت سہارنپور میں

ہمارے ناظرین یہ بات سُنکر خوش ہونگے کہ جناب علامہ حشمت اللہ صاحب چند ماہ کے لئے سہارنپور کے علم الٰہی کے مدرسہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ غالبًا علم الٰہی کے مدرسہ کے کورس کی تلاوت اور اس کا امتحان دینے کی غرض سے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ سہارنپور علم الٰہی کا مدرسہ ڈاکٹر حشمت اللہ جیسے علامہ کے داخلے پر جس قدر فخر کرے اتنا کم ہے۔ آپ کا دینی خدمت کے میدان میں تشریف لانا مسیحی خدام کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک افضل و اعلیٰ اضافہ ہوگا۔ آپ کا مسیحی خدمت اختیار کرنا پولس ترسیسی کے مسیحی خادم بننے کا ایک پنجابی نمونہ ہے۔ جس کی خدمات کی منتظر تمام ہندی آبادی ہے۔ ہماری دل سے دعا ہے کہ خداوند ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو اپنے جلال کا اعلیٰ وسیلہ بنائے۔ آمین۔

خداوند مسیح
اور
حضرت مریم صدیقہ

مسیحیت کے مخالفین بعض دفعہ خداوند مسیح پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے اپنی مبارک والدہ سے سخت کلامی کی اور یوں اُن کی بے ادبی کی۔ اس اعتراض کو قائم کرنے کے لئے وہ عمومًا مقدس یوحنا کی انجیل ۲:۴ پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے "یسوع نے اُس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ میرا وقت ہنوز نہیں آیا"۔ اس مضمون میں ہم اس الزام کی تحقیق کرینگے۔

قانائے گلیل ایک گاؤں تھا جو ناصرت سے تین کوس شمال مغرب کی جانب واقع تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس خاندان میں شادی تھی اُس کا تعلق خداوند مسیح کے خاندان سے تھا۔ انجیل مرقس (۶/۳) میں ذکر ہے کہ ناصرت کے باشندے کہتے تھے کہ خداوند مسیح کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں ہیں۔ جرمن عالم ڈاہن کا خیال ہے کہ خداوند کی ہمشیریں بمعہ اپنے خاندان کے تین کوس پرے قانائے گلیل میں جا بسی تھیں۔ بہرحال واقع کے پڑھنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کی والدہ محترمہ کا اس خاندان سے گہرا تعلق تھا۔ کیونکہ وہ اشیائے خورد و نوش کی نسبت متفکر تھیں اور اُنہوں نے خدام کو یہ حکم دیا تھا کہ خداوند کی ہدایات پر عمل کریں۔

اہل یہود میں شادی کی خوشی عمومًا سات یا چودہ دن تک رہتی تھی۔ غالبًا خداوند مسیح آخری دن معہ اپنے حواریوں کے وہاں پہنچے۔ کیونکہ ان سب کی وہاں دعوت تھی۔ شادی کے آخری روز مے کم ہوگئی۔ ممکن ہے کہ ان نوواردوں کے سبب مے کم ہوگئی ہو۔ آپ پر ام المومنین مریم صدیقہ پریشان خاطر ہو کر اپنے بیٹے کے پاس آئی اور فرمانے لگی "بیٹا ان کے پاس مے نہیں رہی۔ اب کیا کیا جائے"۔ اپنی والدہ مشفقہ کے جواب میں خداوند نے اپنی زبان معجز بیان سے وہ الفاظ فرمائے۔ جنکی بنیاد پر آپ پر بے ادبی کا الزام لگایا جاتا ہے۔

وہ الفاظ کیا تھے اور اُن کا کیا مطلب ہے؟ معترضین کو یاد رکھنا چاہئے کہ اردو زبان کی اناجیل محض ترجمہ ہیں اور اصل زبان جس سے ترجمہ کیا گیا ہے یونانی ہے۔ وہ یونانی الفاظ کیا ہیں اور اُن کا صحیح ترجمہ کیا ہے۔ ہم ذیل میں عالم بے بدل پادری سینٹ کلیر ٹسڈل صاحب ایم۔ اے کا نسخہ انجیل یوحنا (مطبوعہ الہ آباد ۱۸۹۰ء) سے آیت زیر بحث بمعہ اُس کے لفظی ترجمہ کے نقل کرتے ہیں۔

Τί ἐμοὶ καὶ
σοί γύναι

اے بیوی	تجھے	اور	مجھے	کیا

پس یونانی آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہوا ہے "اے بیوی مجھے اور تجھے کیا"۔ پس جب مریم صدیقہ خداوند کے پاس آکر کہتی ہے "اے بیٹا ان کے پاس اب مے نہیں ہے۔ اب کیا کیا جائے"۔ خداوند جواب دیتے ہیں "اے بیوی مجھے اور تجھے (اس بات سے) کیا۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ میں تجھیہ کروں۔ بی بی مریم نے

خادموں کو تب ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرا بیٹا تم کو کہے وہ فوراً کرو۔

لفظی ترجمہ سطور بالا میں ہم نے تحریر کر دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ اُردو ترجمہ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" غلط ترجمہ ہے۔ بعض انگریزی تراجم میں یہی غلط ترجمہ موجود ہے اور انہی غلط انگریزی تراجم کی وجہ سے اُردو نسخوں میں غلط ترجمہ واقع ہو گیا ہے۔ اب نئے انگریزی ترجموں میں اصل مفہوم کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ مرحوم ڈاکٹر ویمتھ صاحب اپنے ترجمہ کی تیسری ایڈیشن مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء میں صفحہ ۲۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ترجمہ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" درحقیقت غلط ترجمہ ہے۔" اور فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ مطابق مفہوم کے یہ ہوگا کہ "اس بات کو مجھ پر چھوڑ دو۔" اگر اب بھی کسی کو اس ترجمہ کی غلطی میں شبہ رہ گیا ہو تو وہ متی رسول کی انجیل ۲۷: ۱۹ ملاحظہ کرے۔ جہاں بعینہٖ یہی محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ یہ ہے "جب پلاطوس تختِ عدالت پر بیٹھا ہوا تھا تو اس کی بیوی نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ۔" یہاں منجی عالم اور رومی گورنر میں کوئی تخالف مقصود نہیں۔ بلکہ برعکس اسکے پلاطوس کی بیوی کی یہ درخواست ہے کہ وہ ملزم کی مدد کرے اور اُس کے ساتھ انصاف برتے۔

پروفیسر برکٹ فرماتے ہیں "اس کا ترجمہ ہم یوں کر سکتے ہیں "مجھے اور تجھے اس بات سے کیا؟" انجیل نویس کا ان سے کوئی مطلب نہیں ہو سکتا سوائے اس کے "کہ فکر نہ کرو۔ کچھ پروا نہیں۔ خیر ہے۔" (جرنل آف تھیولاجیکل سٹڈیز جلد ۱۳ صفحہ ۵۹۵) مشہور مصلح لوتھر نے اس کا ترجمہ اپنی بائبل کے حاشیہ میں یہ کیا تھا "مجھے اور تجھے اس سے کیا؟" سر ولیم ریمزے جیسے محقق بھی یہی فرماتے ہیں کہ لوتھر کا ترجمہ "مجھے اور تجھے کیا" درست ہے (کیا مسیح بیت لحم میں پیدا ہوا تھا۔ دوسری ایڈیشن ص ۲۲۸)

ابتدائی مسیحی صدیوں میں ایک مصری نونس نام ایک مصری شاعر تھا۔ اس نے ۴۰۰ء کے انجیل چہارم کو منظوم کیا تھا۔ اور وہ بھی اپنے منظوم نسخے میں یہی لفظ استعمال کرتا ہے "اے بیوی مجھے یا تجھے خود اس بات سے کیا؟"

پس ثابت ہو گیا کہ اس آیت شریفہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے "اے بی بی مجھے اور تجھے (اس بات سے) کیا"

اس صحیح ترجمہ پر معترضین کے دو اعتراضات عائد ہو سکتے ہیں (الف) کہ منجی عالم نے ام المومنین حضرت مریم صدیقہ کو "اے بی بی" کے الفاظ سے مخاطب کیا اور (ب) کہ خداوند نے اپنی والدہ محترمہ سے گفتگو کرنے میں درشت کلامی سے کام لیا۔ ہم ان ہر دو اعتراضات پر تفصیل نظر ڈالینگے۔

(الف) کہ خداوند مسیح نے اپنی ماں کو "اے بی بی" کہا۔ غلط ترجمہ "اے عورت" کی جگہ ڈاکٹر ویڈل صاحب کا منشہ جو بالا صحیح ترجمہ "اے بی بی" نقل کر کے ہم نے اس اعتراض کو رفع کر دیا ہے۔ کیونکہ اصل یونانی میں لفظ Yunai سے ہرگز حقارت یا بے عزتی نہیں ٹپکتی۔ جیسا اُردو ترجمہ "اے بی بی" سے کوئی حقارت نہیں ٹپکتی۔ جو لوگ ٹھیٹھ اُردو سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ لفظ "بی بی" انگریزی لفظ لیڈی کا مترادف ہے اور یونانی لفظ کا مفہوم انگریزی میں لفظ "لیڈی" سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر پلمر صاحب فرماتے ہیں۔ یونانی لفظ کا ترجمہ لفظ "لیڈی" سے بہتر طور پر ادا ہو سکتا ہے۔" (تفسیر انجیل یوحنا صفحہ ۸۴) اور ڈاکٹر ویسٹکٹ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اصل یونانی لفظ میں سختی یا گھرکی کا نشان تک نہیں ہے۔ بلکہ خطاب سے عزت اور محبت ظاہر ہوتی ہے۔" (جلد اول صفحہ ۸۲) اس کا ثبوت یہ ہے کہ خداوند مسیح نے جانکنی کی حالت میں صلیب پر بھی یہی لفظ استعمال کیا تھا (یوحنا ۱۹: ۲۶) کوئی شقی القلب انسان بھی ایسی سخت اذیت اور جانکنی کے موقعہ پر اپنی ماں کو نہیں گھرکتا اور نہ ہی ایسے موقع پر وہ اس سے سخت کلامی کرتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ انسان خداوند مسیح ہو جس کی شان میں وجیھاً فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین آیا ہو اور جو خود ماں کی متابعت اپنا فرض سمجھتا ہو (لوقا ۲: ۵۱) اور جس نے ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہونے کے لئے ماں باپ کی عزت کرنے کی شرط لگا دی ہو (مرقس ۱۰: ۱۹)

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ یونانی لفظ سے جس کا ترجمہ "اے بی بی" کیا گیا ہے۔ کسی طرح کی حقارت نہیں ٹپکتی۔ یہ لفظ ان دنوں میں معمولی خطاب تھا جو عزت اور محبت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ اس لفظ کا اطلاق یونانی کُتب ادب میں اعلیٰ ترین پایہ کی عورات کے لئے ہوا ہے۔ بعینہٖ یہی لفظ اگسٹس ملکہ کلیوپیٹرا کے لئے استعمال کرتا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ معترض کا یہ خیال ہے کہ منجی عالم نے ام المومنین کی اس لفظ کے استعمال سے بے ادبی کی بے بنیاد اور لغو ہے۔

(ب) معترض کا دوسرا اعتراض جیسا ظاہر ہو چکا ہے غلط ترجمہ پر مبنی ہے۔ صحیح ترجمہ ("مجھے اور تجھے اس بات سے کیا") میں اعتراض کی گنجایش ہی نہیں رہتی۔ ام المومنین کا طرز عمل بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ منجی عالم نے اپنی مادر مشفقہ کو نہ ملامت کی تھی نہ گھرکا تھا۔ نہ ہی ان سے سخت کلامی کی تھی۔ کیونکہ جب خداوند نے فرمایا "اے بی بی مجھے اور تجھے اس بات سے کیا۔ میرا وقت ابھی نہیں آیا۔"

تو بی بی مریم نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو"۔ اگر خداوند نے بی بی مریم سے سخت کلامی کی ہوتی تو مریم خدام کو کیوں ایسا حکم دیتی۔ اس کے حکم دینے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صدیقہ نے خداوند کے الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ خداوند اسی وقت نہیں لیکن کچھ وقفہ کے بعد آپ کی درخواست کے مطابق عمل کرینگے۔ چنانچہ یہی ہوا۔

خداوند کے جواب کی طرزِ ادا سے اور اُن کے لب ولہجہ سے۔ اُن کے چہرے سے۔ اُن آنکھوں سے حضرت مریم نے یہی نتیجہ نکالا کہ خداوند مے کی کمی کے معاملہ میں کچھ کرینگے اور خداوند نے کر بھی دیا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مریم صدیقہ کا نتیجہ غلط نہ تھا بلکہ درست تھا اور اگر یہ نتیجہ درست تھا تو خداوند کا جواب بھی کرخت نہ تھا بلکہ باصواب تھا۔ اگر خداوند کا جواب باصواب تھا تو معترض کا اعتراض غلط ثابت ہوا۔

فلسفہ کی شاخ علم النفس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی شخص کے اقوال اس کے خیالات اور جذبات کا مظہر ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو کیا یہ امر قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ منجی کونین جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ شان میں ایدناہ بروح القدس اور وجیہا فی الدنیا والاخرۃ آیا ہے۔ جنکی شان میں پروردگار عالمین نے خود فرمایا ہے "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں"۔ کیا یہ امر قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص اپنی مادر مہربان سے سخت کلامی سے پیش آیا ہو۔ معترض کا دعوے ایسا مضحکہ خیز ہے کہ کوئی شخص جس کے حواس برقرار ہوں ایسی لغویات کو تسلیم نہیں کریگا۔

برکت اللہ

کشتِ زعفران

سلسلۂ مضامین زیر عنوان مندرجہ بالا نامکمل چھوڑ دیا گیا تھا۔ میرے احباب اس کو جاری رکھنے کے لئے زور دے رہے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کرتا ہوں۔

دادۂ حضور است

عرفی شیرازی ہنوز بچہ تھا کہ شہنشاہ اکبر نے اُس کے والد کو ایک گھوڑا انعام دیا۔ ایک دن شام کے وقت عرفی اس گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ کہ لب سڑک شاہی سواری سے دوچار ہوا۔ بادشاہ نے گھوڑے کو پہچان کر عرفی سے بطور مزاح دریافت کیا کہ "ایں اسپ پدر تست"؟

لفظ اسپ بلا اضافت بولا گیا۔ فقرے کے معنے یہ ہوئے کہ آیا یہ گھوڑا تیرا باپ ہے! عرفی نے جواب دیا "بے دادۂ حضور است"۔

یعنی حضور کا دیا ہوا ہے یا حضور کا دادا ہے اکبر اس لطیفے سے بہت خوش ہوا اور عرفی کو انعام دیا۔

نصیر

مبارکباد

فیضیؔ فیاضی بیمار تھا۔ ایک دن عرفی شیرازی عیادت کے لئے اُس کے مکان پر گیا۔ فیضی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا اور سگِ کے دو پلے چارپائی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ عرفی نے بعد استفسارِ حال پلوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ نامِ ایں صاحبزادگان چیست؟

فیضی۔ ہمیں عرفی۔

عرفی۔ مبارکباد۔ (مبارک فیضی کے باپ کا نام تھا۔)

نصیر

امدادِ غیبی

شیکسپیر کا قول ہے کہ دنیا ایک اسٹیج ہے۔ ہر فرد بشر کی حین حیات میں اکثر ایسے عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں جو ڈراما سے کم اہمیت نہیں رکھتے یہ امر قابلِ تسلیم ہے کہ افسانوں کے مطالعہ سے خاص لطف پیدا ہوتا ہے۔ اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن سچے واقعات زیادہ تر مؤثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں نے تہیہ کیا ہے کہ میری زندگی میں اب تک جو واقعات تجربہ یا مشاہدہ میں آئے ہیں۔ افسانوں کی صورت میں بہ تبدیل نام ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتا ہوں تاکہ اخبار نور افشاں زیادہ دلچسپ پہلو اختیار کرے امید واثق ہے کہ احباب اِن واقعات سے محظوظ ہو کر عبرت حاصل کرینگے۔

نصیر

۱

امرتسر بستی رام کی ڈھاب میں ایک شخص مسمی سرور رہا کرتا تھا۔ جو نہایت غریب اور مفلوک الحال تھا۔ اُس کا پیشہ حمالی تھا نہایت عُسرت کے ساتھ اپنی بسر اوقات کیا کرتا تھا۔ اُس کا صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام اختر تھا۔ اختر نہایت نیک فرمانبردار اور ذہین تھا۔ اُس کے باپ نے اُسکو جوہر قابل پاکر باوجود تنگ حال کے پڑھنے بٹھایا۔ اختر نے جب پرائمری کلاس پاس کر لی تو اُس کے باپ نے وفات پائی۔ اب اختر یتیم ہو گیا۔ لیکن اُسکی باعصمت والدہ نے سوت کات کات کر گذر اوقات کرنا شروع کیا۔ اختر چونکہ ہوشیار تھا اور جماعت میں اول رہتا تھا۔ اس سے جملہ معلمین خوش تھے۔ لہٰذا اُس کی فیس معاف تھی۔ لیکن کتابوں کا کپڑے لتے کا اور خوراک کا خرچ اُس کی والدہ کے ذمہ تھا۔ وہ بیچاری محنت شاقہ سے اِن

تمام اخراجات کی برداشت نہایت صبر کے ساتھ کرتی رہی۔ اسی حالت میں اختر نے مڈل پاس کر لیا۔ اب اُس کی تمنا تھی کہ وہ انٹرنس پاس کرے۔ لیکن اُس کی ماں نے افلاس کے سبب اُسے ملازمت کرنے پر آمادہ کیا۔ اختر دل شکستہ تھا اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح تعلیم حاصل کرے۔ مگر جب اپنی والدہ کی حالتِ زار پر نظر ڈالتا تو اس کا دل بیٹھ جاتا۔ دنیا تیرہ و تار نظر آتی۔ وہ سخت پریشان تھا۔ کہ کیا کرے۔ آخر اُس نے سوچا کہ قوم کے سربر آوردہ لیڈروں کی امداد طلب کرنے کا یہی وقت ہے۔

(۲)

اسی خیال میں غلطاں و پیچاں اختر رؤسا و امرا شہر کے پاس گیا۔ اور اپنی یتیمی کا حال بیان کر کے امداد کا طالب ہُوا۔ کہیں سے تسلی بخش جواب نہ ملا۔ پھر ارادہ کیا کہ پیشوایانِ مذہب کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ آخر اُس نے ہادیانِ دین کی خدمت میں اپنے مطالب کو ظاہر کیا۔ وہاں سے اُسے کیا ملتا۔ کیونکہ یتامی کی امداد کا کثیر روپیہ اکثر ریاکار لیڈروں کے پیٹ میں جاتا ہے اور گندم نما جوفروش اسی بہانہ سے گذران کرتے دیکھے گئے ہیں۔ وہاں سے جواب صاف پاکر بے چارہ یتیم اختر نہایت پریشانی کی حالت میں کرکٹ گرونڈ کی طرف جا نکلا۔ اُس کی حالتِ زار اس کے بشرہ سے عیاں تھی۔ گرونڈ میں ایک لڑکے مسمی لال سنگھ نے استفسارِ حال کیا۔ اختر رو پڑا۔ لال سنگھ نے تسلی دی اور معاملہ دریافت کیا۔ اختر نے من وعن اپنی حالت کا اظہار کیا۔ لال سنگھ سُن کر خاموش ہُوا۔ مگر سرِشک گرم اُس کی آنکھوں سے رواں تھے۔

(۳)

شام کا وقت ہے اور سکھوں کے گوردوارے میں شبد خوانی ہو رہی ہے۔ بھجن منڈلی کے اختتام پر لوگ آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے ہیں۔ لال سنگھ بھی ایک سکھ سردار سے سرگرم گفتار ہے اور اختر کی قابلِ رحم حالت کو نہایت دلسوز پیرایہ میں بیان کر رہا ہے۔ سردار صاحب موصوف اس قصۂ جانکاہ کو نہایت غور سے سُن رہے ہیں اور حمیتِ انسانی کے جوش کے سبب سر کو دھن رہے ہیں۔ آخر پوچھتے ہیں کہ بھئی لال سنگھ مجھے اُس لڑکے کے مکان کا پتہ دو۔ لال سنگھ اختر کا ہم جماعت تھا اور اکثر اُس کے مکان پر پڑھنے جایا کرتا تھا۔ اُس نے اس یتیم کے مکان کا ٹھیک ٹھیک پتہ دیا۔ منڈلی برخاست ہوئی۔ سب نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی

(۴)

رات کے ۱۲ بجے ہیں۔ یتیم اختر اپنی چارپائی پر سو رہا ہے۔ اُس کی ضعیف العمر والدہ دوسری کوٹھڑی میں دن بھر کی محنت کے بعد آرام کر رہی ہے کہ یکایک بیرونی دروازہ پر کسی نے زور سے دستک دی۔ غریب بیوہ گھبرا کر اُٹھی اور دروازہ کے پاس جا کر پوچھا کون؟

جواب۔ دروازہ کھولو۔

بڑھیا۔ آخر تم کون ہو۔ آدھی رات کو کیا کام ہے۔

جواب۔ میں کون ہوں؟ یہ نہیں بتا سکتا۔ کام کی نسبت تم کو خود معلوم ہو جاویگا۔ دروازہ کھول دو۔

بڑھیا۔ اس گھر میں کوئی مرد نہیں ہے۔ صرف ایک بے کس بڑھیا اور اُس کا یتیم بچہ رہتے ہیں

جواب۔ مجھے دیر ہو رہی ہے دروازہ کھول دو۔ ورنہ کواڑ توڑ کر اندر آنا پڑیگا۔

ضعیفہ اب گھبرائی۔ کیونکہ آخری الفاظ تحکمانہ لہجہ میں بولے گئے۔ اب سوائے دروازہ کھولنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ آخر اختر کی ماں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دروازہ کھولا۔ دروازہ کا کھُلنا تھا کہ ایک وجیہہ دراز قد اور نہایت مقتدر شخص داخلِ مکان ہُوا۔ اندر سے دروازہ کی زنجیر لگا کر چارپائی پر جا بیٹھا۔ اس جوان کے چہرے سے رعب ٹپک رہا تھا۔ آنکھیں سُرخ تھیں۔ وہ سر سے لیکر پاؤں تک مسلح تھا۔ پستول۔ تلوار گنڈاسا وغیرہ ہتھیار اس کے جسم پر آویزاں تھے۔ اس ہیبت کو دیکھ کر بڑھیا صورتِ بید لرزاں تھی۔ اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی ڈاکو ہے۔ بے چاری کانپتی ہوئی اُس کے قدموں پر گر پڑی۔ اور کہا کہ اے سردار تو ایک غریب مفلس اور بے کس بڑھیا کے جھونپڑے میں کیا لینے آیا ہے۔ میرے پاس سوائے مٹی کے برتنوں کے اور کیا رکھا ہے۔ مال و زر کی تمنا ہے۔ تو کسی مہاجن کے مکان میں جا۔ مجھ عاجز کو کیوں ستاتا ہے۔

سردار۔ مائی تیرا لڑکا کہاں ہے؟

یہ سُنکر بڑھیا اور بھی گھبرائی کہ خدایا خیر۔ یہ شخص میرے لڑکے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے چلّا کر کہنے لگی کہ رحم رحم اے بہادر شخص میری تنہائی اور بے بسی پر رحم۔ میری تمام عمر کی کمائی صرف ایک بچہ ہے۔

سردار۔ گفتگو کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ اپنے لڑکے کو میرے سامنے پیش کر ورنہ مکان کا کونہ کونہ ڈھونڈ کر میں اسے خود نکال لونگا۔ (باقی آئندہ)

نصیر از کرنال

بابا جی کا تھیلہ

ننگے آدمی۔ نیاسالینڈ برٹش افریقہ کے باشندے درختوں کی چھال سے کپڑا بنا کر اپنے جسم کے گرد لپیٹ لیتے ہیں۔ اکثر مرد بکرے کی کھال اپنے زیرین حصہ جسم پر باندھتے ہیں۔ عورتیں صرف ستر ڈھانپنے کے لئے گھٹنوں تک کپڑا باندھ لیتی ہیں اور باقی سب ننگے۔ گوشت خواہ کسی چیز کا ہو کھا لیتے ہیں۔ خلا کتے۔ بلی۔ چوہے کا اور بعض سینڈک بھی کھا جاتے ہیں۔ زمین پر آگ کے قریب سوتے ہیں۔ اگر کسی سے پوچھو کہ تمہاری عمر کتنی ہے تو ہرگز نہیں بتا سکتا۔ سب کے سب دو دو چار چار بیویاں رکھتے ہیں۔ اور ان کے سردار تو گن بھی نہیں سکتے کہ کتنی ہیں۔ اب یہاں مسیح کا نام پہنچ گیا ہے۔

۲۰۰ میل کی مار۔ فرانس نے ایک نئی توپ ایجاد کی ہے جس کے ذریعہ گولا ۲۰۰ میل کے فاصلہ تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس کا گولا جوں جوں توپ سے دور ہوتا جاتا ہے توں توں اُسکی رفتار تیز ہوتی جاتی ہے۔

دوڑ اور بارود۔ اہل جرمن نے ایک توپ تیار کی ہے جس کے ساتھ موٹر بھی ہے۔ جو گھنٹہ میں ۵۰ سے ۶۰ میل تک دوڑنے کے علاوہ گولوں کی بارش کرتی جائیگی۔

بارود میں آگ۔ سائنس دانوں نے ایک اور ہتھیار تیار کیا ہے جس کے ذریعہ بجلی کی لہریں پیدا کر کے دشمن کی بارود وغیرہ کو آگ لگائی جا سکیگی۔

دل کی باتیں۔ ڈاکٹر جیمس کاٹن نے حال ہی میں ایتھر کا ایک ایسا مرکب تیار کیا ہے جس کے سونگھنے سے انسان کی قوت رازداری سلب ہو جاتی ہے اور وہ اپنا گہرے سے گہرا راز بتا دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

گوشت خور درخت۔ درختوں کی تقریباً ۵۰۰ اقسام گوشت خور ہیں۔ وہ پتوں کے ذریعہ اپنے شکار کو پکڑتے ہیں۔ جو کہ بعد ازاں کھایا اور ہضم کھایا جاتا ہے۔

زلزلے۔ ۵۰۰ء لغایت ۵۶۰ء تک جو زلزلے آتے رہے۔ ان کے بعد ہی قسطنطنیہ میں وبا نمودار ہوئی تھی۔ اٹلی میں جو وبا ۶۲۵ء میں آئی تھی۔ وہ بھی ایک زلزلے کے باعث نمودار ہوئی تھی۔ سوئٹزرلینڈ میں جو زلزلہ ۸۰۲ء میں آیا تھا۔ اس کے بعد ہی وہاں وبا بھی نمودار ہوئی تھی۔ فرانس میں ۸۲۳ء کے زلزلے کے بعد وبا پھیلی تھی۔ اسی طرح ۱۱ویں صدی میں انگلینڈ میں زلزلے کے پیچھے پیچھے وبا آئی تھی۔

جسمانی اور دماغی محنت۔ کامل غور و تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے۔ کہ جسم جس قدر ۳ گھنٹے کی جسمانی محنت میں کمزور ہو جاتا ہے (پس قلی اور کلرک برابر ہوئے)

آواز کی رفتار۔ کھلی ہوا میں آواز کی رفتار فی سیکنڈ ۱۰۹۰ فٹ ہے۔ جبکہ ۳۲ ڈگری فارن ہیٹ ٹمپریچر ہو۔ ایک ڈگری ٹمپریچر جب بڑھتا ہے تو فی سیکنڈ ایک فٹ کے حساب سے آواز کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ پانی میں بہ نسبت ہوا کے آواز کی رفتار چوگنی ہوتی ہے۔ روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ۱۸۶۰۰۰ میل ہے

تفصیل سماعت۔ اگر مطلع صاف اور فضا پُر سکوں ہو تو آدمی کی آواز ۵۰ گز۔ فوجی بگل باجا ۵۲۰۰ گز۔ رائفل کی گولی ۵۳۰۰ گز اور توپ کا گولا ۱۰۰۰۰ گز کی رفتار رکھتا ہے۔

سب سے پہلا اُردو ڈراما۔ سب سے پہلا اُردو ڈراما واجد علی شاہ حاکم اودھ نے امانت لکھنوی سے اندر سبھا لکھوایا تھا۔

سودا سلف۔ جرمنی میں سکے کی قیمت اس قدر گر گئی ہے کہ چیزوں کی قیمت دیکھ کر ہنسی آتی ہے مثلاً آپ دودھ پینا چاہتے ہیں۔ حلوائی آپ کو ایک سیر دودھ دیتا ہے۔ اور آپ قیمت پوچھتے ہیں وہ قیمت بتاتا ہے اور آپ حیران ہو کر کہتے ہیں کہ ارے اتنے روپوں میں تو ہم جنگ سے پہلے تین عمدہ ترین گائے خرید سکتے تھے۔

روٹی اور موٹر۔ نانبائی ایک روٹی کی قیمت اس قدر بتاتا ہے کہ جنگ سے پیشتر ایک عمدہ موٹر اس سے خریدی جا سکتی تھی۔

نعل اور گھوڑا۔ ۱۰ سال قبل ازیں ایک گھوڑے کی قیمت اتنی ہی تھی جتنی آج ایک نعل کی ہے۔

ہائے مفلسی۔ جرمنی میں ۱۳۰ نوٹ چھاپنے کے مطبع دن رات چلتے رہتے ہیں۔ جو فی گھنٹہ ساڑھے سترہ ارب مارک چھاپتے ہیں۔ جولائی گذشتہ میں کل سکے جو ملک میں رائج تھے وہ ۲ نیلم اڑھائی کھرب مارک سے متجاوز تھے۔ اس کے علاوہ الومنیم کے ۱۲ ارب مارک بھی جمع کر لیجئے۔ چنانچہ حکام نے اعلان کیا کہ آئندہ ۵ لاکھ مارک سے کم قیمت کا کوئی نوٹ شائع نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی چھپائی اسکی قیمت سے زیادہ ہے۔

آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ حال ہی میں ایک انگریز موجد نے اپنا ہاتھ پگھلے ہوئے لوہے کی لہر میں ڈال دیا۔ لیکن اس کا ہاتھ بالکل نہیں جلا۔ ترکیب یوں تھی کہ ایک ٹیکنی کے ذریعہ پگھلا ہوا سفید لوہا گرتا تھا۔ اور اس کے ذرے جو شراروں کی مانند تھے ہاتھ پر گرتے۔ لیکن جلد پر لگتے ہی سرد ہو جاتے اور راکھ بن کر نیچے گر پڑتے

حافظوں کی اقسام۔ واشنگٹن اور نپولین کے متعلق مشہور ہے کہ اپنی فوج کے ہزاروں آدمیوں کے نام جانتے تھے۔ امریکہ کا صدر جمہوریت روزویلٹ جو کچھ پڑھتا تھا یاد رکھتا تھا۔ ابراہیم لنکن صدر جمہوریت امریکہ کو جو کچھ معلوم ہوتا تھا لوک زبان یاد رہتا تھا۔ پاسکل اعظم ماہر طبعیات کو بائبل حفظ تھی شیکسپیر کو ۱۵ ہزار الفاظ یاد تھے۔ ملٹن کو ۸ ہزار الفاظ ازبر تھے۔ حضرت امام بخاری کو ۶ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔

خان

مذہب و عقل

عقل ایک ناقص قوت ہے جس کی دنیا دل موہ میں پوری پوری رسائی نہیں ہو سکتی۔ لیکن مذہب ایک ایسی چیز ہے جس کا تعلق دوسرے جہان سے بھی ہے۔ اس لئے مذہب کو محکوم عقل بنانا سخت غلطی ہے جس طرح اور قوتیں ناقص ہیں اسی طرح عقل بھی ناقص ہے۔ یعنی ایک حد تک کام کر سکتی ہے آگے بے محدود ہے۔ اور جو کچھ اس میں آتا ہے وہ بھی ناقص ہے۔ اس لئے اس عقل نارسا کے ذریعے مذہب کے اصولوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ یہ انسان میں فطری طور پر ہی پایا جاتا ہے کہ وہ مذہب کے اصولوں کو بغیر عقل کے تسلیم کرے۔ جب عقل انسانی کا یہ حال ہے کہ وہ انسانی کاموں کو ہی نہیں سمجھ سکتی تو خدا کی قدرتوں کا بھید کیسے معلوم کر سکتی ہے۔ وقت کے ازلی ابدی ہونے پر خیال کیجئے تو انسانی ہستی ایسی بے ثبات دکھائی دیتی ہے جیسے دن رات میں ایک طرفۃ العین بلکہ اس سے بھی کم۔ لیکن انسان اس ہستی پر ایسے ایسے ارادے باندھتا ہے جس کا محض ایک خیال ہی ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے روح تو اپنے اصلی مکان کو چلی جاتی ہے۔ اور صرف خاک پیچھے رہ جاتی ہے۔ اسی طرح حیوانات، نباتات، غرض لاکھوں مخلوقات کا چکر سا بندھا ہوا ہے۔ زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں فنا ہو جاتے ہیں۔ غرض کسی کی عقل اس بات تک پہنچتی کہ یہ کیا اور کیوں ہو رہا ہے عقل انسانی کی نارسائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ آج تک کسی پر کسی بات کی حقیقت ظاہر نہیں ہوئی۔ گو انسانی عقل ناقص ہے۔ لیکن پھر بھی خدای پاک نے اسے بدی اور نیکی کی پہچان بخشی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ جاہل ہو خواہ وحشی یہی کہتا ہے کہ نیکی کرو۔ گویا یہ فطری طور پر ہی پایا جاتا ہے کہ انسان بغیر کسی طمع کے نیکی کی طرف راغب ہے۔ یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے کہ بعض افعال کے نتائج یہیں ظاہر ہو جاتے ہیں اور بعض کے نہیں جنکی طبیعت منتظر رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جہان اور ہے جسکی خبر ہمیں مذہب بھی دیتا ہے۔ اس لئے ہم عقل کا پیچھا چھوڑ کر کلام الٰہی کو اپنا ہادی و راہنما بنا دیں

مسافر ظہیر

پادری سلطان محمد خاں اور رسالہ پیمانہ

آگرہ کا مشہور عام ماہوار رسالہ پیمانہ جو علمی و ادبی دنیائے اردو میں نمایاں شہرت رکھتا ہے۔ اپنی جنوری کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:۔

"مولوی سلطان محمد پال افغان نے ازالۃ المادہ نامی رسالہ آریہ سماج کے مسئلہ قدامت مادہ کی تردید میں لکھا ہے اور مادہ کے حادث و محتاج بانیر ہونے کا ثبوت منطق و فلسفے سے دیا ہے۔ جو دلائل اس میں پیش کئے گئے ہیں وہ نہایت جامع و مانع ہیں۔ جنکو سمجھنے کے بعد قدامت مادہ کی بطالت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ مصنف کی ذہنی و عالمانہ تدابیر ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ جو اگر عام طبقوں میں نہ سمجھی گئی تو خاص طبقوں میں ضرور خراج تحسین وصول کریگی۔" (پیمانہ جنوری ۱۹۳۵ء)

ہم پادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس کے ایک بندہ کی قابلیت کی تعریف میں چوٹی کے غیر مسیحی علماء رطب اللسان ہیں۔ یہی وہ قابلیت تھی جس نے لاہور میں گذرے سال احمدی مناظرین کا دم خشک کیا تھا اور جس سے مرعوب ہو کر مفتی محمد صادق صاحب نے گذشتہ اکتوبر میں سیالکوٹ میں مباحثہ سے انکار کر دیا تھا دعا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو مسیح اور مسیحیت کے مخالفوں کے مقابلہ کے لئے ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح کر دے تاکہ اس کے نام کا جلال ہو۔

خان

"رنگیلا" کرشن

معاصر "آریہ گزٹ" اپنی ۲۶ مارچ کی اشاعت میں رقمطراز ہے:

ہمارے سناتن دھرمی بھائیوں نے یوگیراج کرشن کے جیون چرتر کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ غیر اقوام کے افراد اسے پڑھ کر ہندو دھرم پر پھبتیاں اڑانے لگ جاتے ہیں اور برملا یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جب ہندو جاتی کا مہاپرش اس طرح نفسانی خواہشات میں پھنسے رہنے کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ ہندو جاتی اپنے اعلیٰ اخلاق کی کیا ڈینگ مار سکتی ہے۔ اور واقعی کئی دفعہ جب ہم بازاروں میں ایسی تصاویر دیکھتے ہیں۔ جن میں یوگیراج کرشن سکھیوں کے چیر ہر کر درخت پر چڑھے بیٹھے ہیں تو ہمارا سر شرم کے مارے جھک جاتا ہے۔"

لیکن اب ایک نیا الزام کرشن مہاراج پر لگایا گیا ہے۔ اور اس کی نوعیت ہی مختلف ہے۔ اخبار سدرشن لاہور کے ۱۸ مارچ کے پرچہ میں لالہ روشن لال نیر کی ایک نظم بعنوان "کرشن کی مرلی" شائع ہوئی ہے۔ جس کا ایک مصرعہ یوں کرشن مہاراج کو مخاطب کرتا ہے ؎

فتنے جگا دیئے ہیں نغمے سنا سنا کر

ہم حیران ہیں کہ فتنے جگانے والا انسان کس طرح مہاپرش ہو سکتا ہے؟ مہاپرشوں کا کام تو لوگوں میں پریم و الفت کا سنچار کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس نظم میں تو کرشن مہاراج کو فتنے جگانے والا یا دوسرے الفاظ میں فسادات کھڑا کرنے والا ثابت کیا گیا ہے۔ بھگتی کی ترنگ بھی عجیب ہوتی ہے۔ جس کے زیر اثر کبھی ہمارے سناتنی بھائی کرشن مہاراج کو رنگیلا ظاہر کرتے ہیں اور کبھی فتنے جگانے والا۔

(پیغام صلح)

خبریں

لندن ۳۰ مارچ۔ ہاؤس آف کامنز میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارل ونٹرٹن نے کہا کہ وائسرائے کو دس اپریل کو ہندوستان سے روانہ ہو جانا چاہیئے اور غالباً ۲۳ یا ۲۴ اپریل کو ولایت پہنچ جائیگا۔ اور ۹ یا ۱۰ اگست سے پہلے ہندوستان واپس پہنچ جانا چاہیئے۔

(بندے ماترم)

برلن ۲۹ مارچ۔ جرمن صدر کے انتخاب میں بہت کم لوگوں نے رائے دی۔ کوئی فسادات ہوئے۔ مکانات پر جھنڈے لہرائے گئے جن میں جمہوریت کے جھنڈے زیادہ تھے۔ نتائج کل سے پہلے نہیں نکلینگے۔

(〃)

لندن ۳۰ مارچ۔ ایم پونکارے سابق وزیر اعظم فرانس نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ جرمنی ابھی غیر مسلح نہیں ہوگا۔ اور اس پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ ان حالات میں فرانس کو اپنی حفاظت کے انتظام میں ترمیم یا کمی نہ کرنی چاہیئے۔ بالفرض محال اگر تحفظ کے متعلق جرمنی گارنٹی بھی دیدے تو بھی فرانس کو ہر امکان کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

(〃)

لندن ۲۷ مارچ۔ اتوار کو صدر کے انتخاب کے سلسلہ میں جو رائیں لی جائینگی ان کے نتیجہ کے متعلق لوگوں میں بڑی خیال آرائیاں ہو رہی ہیں اخبار ٹائمز کا نامہ نگار برلن سے لکھتا ہے کہ ہر نتیجہ ممکنات میں سے ہے۔ لیکن یہ یقین عام ہے کہ مزید انتخاب ضروری ہوگا۔ کیونکہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی امیدوار فیصلہ کن اکثریت حاصل نہیں کر سکیگا۔

برلن ۲۸ مارچ۔ اگرچہ لکھو کھا جرمن مرد و زن اپنی عمر میں پہلی بار صدر جمہوریت کے لئے رائے دینگے۔ تاہم کوئی شخص بھی خیال نہیں کرتا کہ ایک بھی ممبر اس قدر کثرت آرا حاصل کریگا۔ جس قدر انتخاب صدر کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن اس انتخاب سے یہ ضرور ظاہر ہو جائیگا کہ آیا آئندہ انتخاب میں صدر شاہ پرست ہوگا یا جمہوریت پسند۔

لندن ۲۹ مارچ۔ بالشویک حکومت نے وسیع قطعات اراضی کے مالکان کو اس اراضی سے بیدخل کرنا شروع کر دیا ہے۔ بالشویک اخبارات خوش ہو رہے ہیں کہ وہ کامیابی کے لمبے آگے بڑھ رہے ہیں

(〃)

ماسکو ۲۹ مارچ۔ ارکٹسک کے نزدیک ریلوے روڈ پر برف پڑی ہوئی تھی۔ جب ورکھنوڈنسک جانے والی ٹرین یہاں پہنچی تو یہ پھسل کر پٹڑی سے اتر گئی جس سے ۶ اشخاص ہلاک اور ۳۰ مجروح ہوئے۔

لوکوموٹو کا بائیلر پھٹ جانے سے اور بھی نقصان ہوا۔ (〃)

لندن ۲۹ مارچ۔ لارڈ برکن ہیڈ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے نام ایک اپیل شائع کرنے والے ہیں کہ وہ آئی۔ سی۔ ایس میں بھرتی ہوں۔ اخبار سنڈے ٹائمز اس رپورٹ پر بحث کرتا ہوا رقمطراز ہے کہ یہ نہایت بروقت کارروائی ہے۔ ہندوستان کی حکومت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ حوصلہ شکن بات یہ ہے کہ انڈین سول سروس میں بھرتی ہونے والے اصحاب کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے۔ اگر اینگلو انڈین صورت حالات اس قدر بہتر نہیں جس قدر کہ چاہیئے تو یہ ایک اور وجہ ہے کہ کیوں ہم انتظام کی بہترین قابلیت رکھنے والے اشخاص کو پہلے ہی سے موجودہ اور آئندہ کی صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجیں۔

(〃)

لندن ۳۰ مارچ اتحادی طاقتیں جرمنی کے پیش کردہ معاہدہ کی تفاصیل طلب کر رہی ہیں بیشتر اس کے کہ وہ اسے گفت و شنید کی بنا بنائیں اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم پیرس رقمطراز ہے کہ اتحادیوں کی رائے سے فرانس جرمنی کے نام ایک مراسلہ تیار کر رہا ہے جس میں مجوزہ معاہدہ کے متعلق جرمنوں کی پوزیشن کی وضاحت کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ تحفظ کے متعلق جرمنی

کس واضح رویہ کو اختیار کریگا۔ ایک سلسلہ سوالات کیا گیا ہے اور جرمنی سے کہا گیا ہے کہ وہ اس کا جواب دے۔ اس اثنا میں فرانسیسی جرمنی کے حقیقی ارادوں کے متعلق ابھی تک شکوک رکھتے ہیں۔ اور برطانیہ کے ظاہری اعتبار پر جو اُسے جرمنی کے لوگوں میں سے لبیک کہنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ابھی تک اس میں اصلاح نہیں ہوئی۔

(۱۱)

بمبئی۔ یکم اپریل۔ سر ڈنشا پٹیٹ نے پٹیٹ مل کی جنرل میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے رقت آمیز لہجہ میں کہا۔ کہ اگر گورنمنٹ نے ہماری مدد نہ کی تو کارخانوں کی صنعت تباہ ہو جائیگی۔ اگر محصول ایکسائز منسوخ نہ کیا گیا یا کسی دیگر طریق پر اس صنعت کو حفاظت مہیا نہ کیگئی تو کم از کم مجھے تو کسی بہتر وقت کے آنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ افواہ پھیل ہوئی ہے کہ یہ کارخانہ آج سے بند کر دیا جائیگا۔ جو اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ بند ہو گئی اور کارخانوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔

(۱۱)

لاہور۔ ۳۰ مارچ۔ دفتر ہیڈ کوارٹر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے۔

راولپنڈی کے ریلوے ورکشاپ میں قدرے بے چینی ہے۔ لوگوں کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ ایک فرقہ کے بار بار ضد سے حکم نہ ماننے پر اسے برطرف کیا گیا تھا۔ اس پر کئی مزدوروں نے خاموش مقابلہ کی پالیسی اختیار کی۔ کارخانہ میں داخل ہو کر یہ لوگ کام کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ اُنہیں تنبیہ کی گئی اور ڈیڑھ دن کے بعد

ہیں جو اپنی ضد پر قائم رہے۔ اُنہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جب تک کہ وہ باقاعدہ کام کرنے کا وعدہ نہ کریں۔ جو کام کرنا چاہیں اُن کے لئے کارخانہ کھلا رہا ہے۔ اور کافی مزدور روز کام کرتے ہیں

(۱۱)

مولانا شوکت علی نے اخبار خلافت میں تنازعہ کوہاٹ کے سلسلہ میں حسب ذیل تازہ مشورہ دیا ہے۔

میں کوہاٹ کی نسبت سوائے اس رپورٹ کے جو مہاتما گاندھی اور میں نے علیحدہ علیحدہ لکھی ہے اور زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ صحیح واقعات کا پتہ کچھ دونوں رپورٹوں سے لگائے تاکہ لوگ صحیح رائے قائم کر سکیں۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ بحث مباحثہ کا دروازہ بند کیا جاوے اور اصل کام کی طرف تمام ملک متوجہ ہو اور وہ یہ ہے کہ صوبہ سرحد کے لئے بھی کم از کم وہی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے لئے ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت تو غلامی کی سی ہے اور مسلمان ہر طرف سے دبائے جاتے ہیں تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے صوبہ سرحد کی طرف توجہ کی تو تھوڑے دنوں میں یہ ہندوستان کا بہترین صوبہ ہو جائیگا

(۱۱)

دہلی ۲۶ مارچ۔ آج عدالت سیشن نے جن چھ مسلمان ملزموں کی ضمانت ایک ایک ہزار روپیہ لے لیگئی ہے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

محمد اسمٰعیل عرف حلوا۔ شموا اوّل۔ شموثانی سقہ۔ نعمت اللہ۔ حاکم علی۔ حسینا لکڑی والا

(۱۱)

زور افشاں کی توسیع اشاعت میں سرگرم کوشش کیجئے۔

بائبل کی کہانیاں گورمکھی

(ا) پرانا عہدنامہ

اتپت اتے آدم دے پاپ کرن دا برنن } پیدایش عالم اور آدم کے گناہ کرنے کا بیان۔ ۶ پائی۔

نوح اتے پرلو دا برنن۔ نوح اور طوفان کا بیان۔ ۶ پائی۔

ابرہام دا برنن۔ ابراہیم کا احوال۔ ۶ پائی

اضحاق اتے یعقوب دا برنن اضحاق اور یعقوب نبی کا بیان۔ ۶ پائی۔

یوسف دا برتانت۔ یوسف کا احوال ۶ پائی

مصر وچ اسرائیلیاں دا برنن۔ ملک مصر میں بنی اسرائیل کے رہنے کا بیان۔ ۶ پائی

بیوستھا دین دا برنن۔ شریعت کے دیے جانے کا بیان۔ ۶ پائی۔

اسرائیلیاں دے چالیاں ورھیاں بن وچ رہن دا برنن۔ بنی اسرائیل کے چالیس برس تک آوارہ پھرنے کا بیان۔ ۶ پائی

اسرائیلیاں دے بن وچ رہن دا برنن } بنی اسرائیل کے بیابان میں رہنے کا حال۔ ۶ پائی۔

کنعان دیس دے جتن دا برنن } ملک کنعان کو فتح کرنے کا حال۔ ۶ پائی

کنعان دیس دے ادھیکار پاون دا برنن } سرزمین کنعان کا حال۔ ۶ پائی

اسرائیلیاں دے وچارک۔ بنی اسرائیل کے قاضیوں کے احوال۔ ۶ پائی۔

پتہ۔ سکریٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی۔ لاہور



تاہم دو باتیں محسوس کرنی پڑینگی۔ اول کہ مسیحی لوگوں کو تعلیم پانے کی طرف زیادہ راغب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دوئم کہ دنیاوی جہالت اور بات ہے اور دینی جہالت اور۔ چنانچہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پادری اور منشی صاحبان کے کام بکثرت ہوتے ہوئے بھی بہت سے مسیحی بھائی اور بہنیں مسیح کی زندگی اور اُس کے واقعات سے مطلق ناواقف ہیں۔ اُن کے چاروں طرف ہندو مسلمان اقوام رہتی ہیں جن میں سے وہ نام کے تو الگ ہو گئے ہیں۔ لیکن مذہبی باتوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اور اُن کے رسم و رواج سے واقفیت رکھتے ہوئے۔ وہ ان کے رسموں اور تیوہاروں کو خواہ مخواہ ماننے لگتے ہیں۔ پس اکثر سنا جاتا ہے کہ مسیحی لوگ غیر مسیحیوں کے میلوں اور تیوہاروں میں شامل ہو کر حصہ لیتے ہیں۔

چنانچہ ضروری ہے کہ اس کا علاج ہو۔ اگر علاج ہونا ہے تو صرف مسیحی بھائیوں کے سمجھانے اور منع کرنے سے نہیں ہوتا رجب ناپاک رُوح آدمی میں سے نکلتی ہے تو سوکھے مقاموں میں آرام ڈھونڈتی پھرتی ہے اور جب نہیں پاتی تو کہتی ہے کہ میں اپنے اُسی گھر میں لوٹ جاؤنگی جس سے نکلی ہوں اور آ کر اُسے جھڑا ہوا اور آراستہ پاتی ہے۔ پھر جا کر اور سات روحیں اپنے سے بُری اپنے ہمراہ لے آتی ہے اور وہ اُس میں داخل ہو کر وہاں بستی ہیں اور اُس آدمی کا پچھلا حال پہلے سے بھی خراب ہو جاتا ہے۔ لوقا ۱۱: ۲۴-۲۶) بلکہ اُن غیر مسیحی رسموں اور تیوہاروں کی جگہ مسیحی میلوں اور تیوہاروں کا سلسلہ اور طریقہ قائم کرنا چاہئیے۔ تاکہ مسیحی لوگ اپنے تیوہاروں کے ماننے میں اس قدر مشغول ہوں کہ اور باتوں کے لئے اُن کو فرصت نہ ملے۔ تیوہاروں کا کوئی ایسا سلسلہ قائم کرنے سے

چند دیگر فوائد نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ واقعات سے واقفیت ہو جائیگی جن سے کہ تیوہار یا میلے پیدا ہوئے ہیں۔ دوئم یہ کہ غیر مسیحی بھائی جب مسیحی پڑوسی کو اپنا کوئی تیوہار مناتے دیکھیگا تو فوراً اُس کا مطلب پوچھیگا۔ اس سے مسیحی بھائی کو اچانک اپنے منجی اور مذہب کے باب میں ایسے بیان کرنے کا موقعہ ملجائیگا جسے وہ خود اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے اور اپنے غیر مسیحی پڑوسی کو خوب سمجھا سکتا ہے۔ مثلاً اگر عید تولد کے موقع پر دیوالی کرنی رائج ہو جائے اور کوئی ہندو پوچھے کہ کیوں بھائی تم اس وقت دیوالی کیوں کرتے ہو گو تم ہمارے ساتھ نہیں کرتے تھے تو مسیحی کو اُس جشن اور خوشی کا سبب بتاتے ہوئے خداوند مسیح کی آمد... کے مقصد کی گواہی دینے کا نہایت عمدہ موقعہ ملیگا۔ رہا یہ سوال کہ آیا مسیحی مذہب ایسا پھیکا ہے کہ اُس میں تیوہاروں اور میلوں اور جشنوں کے موقعہ نظر نہیں آتے۔ اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ اول خداوند مسیح کی زندگی میں بہت سے ایسے موقعے تھے کہ جن کی یادگاری میں جشن کئے جا سکتے ہیں مثلاً اُن کی پیدایش۔ اُن کا بپتسمہ پانا۔ اُن کی صورت کی تبدیلی۔ کھجوری اتوار۔ اُن کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا۔ اُن کا آسمان پر چڑھ جانا۔ روح القدس کا نازل ہونا۔ دوئم۔ کلیسیا کی بعض قدیم شاخیں انہیں اور ایسے ہی موقعوں کو مدتوں سے مناتی چلی آتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ ان تیوہاروں کے منانے کے مصالح کہاں سے ملیں اس سوال کا جواب اشارۃً اوپر دیا گیا ہے۔ اولاً مصالحہ کلیسیا کی اُن شاخوں سے ملسکتا ہے جو ان تیوہاروں کو مناتی ہیں۔ دوئم۔ غیر مسیحیوں کے تیوہاروں میں چند ایسی باتیں ہیں جو قابلِ نقل ہیں۔ اگر کوئی رسم خود بخود اچھی ہے تو ہمیں حرام اس لئے نہیں سمجھنی

چاہئے کہ وہ غیر مسیحیوں میں رائج ہے۔ مثلاً جلوس نکالنے میں کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ فائدہ ہے۔ مسلمان جلوس نکالتے تو ہیں۔ پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیحیوں کو حرام ہے۔ دیوالی کرنی خوشی کا اظہار ہے۔ چاہے وہ خوشی لکشمی جی کی آمد یا خداوند یسوع مسیح کی آمد کی ہو۔ کتھائیں کرنی اور منانی صرف ہندو بھائیوں کا ہی حق نہیں۔ جو کہ رام نومی کو مانیں بلکہ ہمارا بھی حق ہے جبکہ ہم مسیح کی پیدایش یا موت کو یاد کرتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہودیوں کی بہتیری عیدیں منائی جاتی تھیں۔ جن کی رسومات پاک کلام سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ جہاں تک وہ رسومات مسیحی عیدوں کے منانے میں کام آ سکتی ہیں اُنہیں استعمال کرنے کا ہمارا بھی حق ہے۔

غرض یہ ہے کہ اگر مسیحی عیدوں کا ایک مکمل سلسلہ قائم کیا جاوے جس میں خاصکر خداوند مسیح کی زندگی کے واقعات کی طرف توجہ دلائی جائے تو نا تعلیم یافتہ بھائی غیر مسیحی میلوں عیدوں وغیرہ کی طرف راغب نہ ہونگے خداوند یسوع مسیح کی زندگی اور اُن کے مقاصد سے زیادہ واقفیت رکھنے لگینگے۔ اور ان کے لئے غیر مسیحیوں کے سامنے مسیح کی گواہی دینے کا بہت ہی اچھا اور موزوں موقعہ پیدا ہو جائیگا۔

قریب ۲½ سال ہوئے کہ نارتھ انڈیا مشن کے بشارتی مشنریوں نے لدھیانہ میں ایک جلسہ فراہم کیا کہ جس میں شامل ہو کر وہ بشارتی کام کی بہبودی اور ترقی کے بارے میں سوچیں اور تجویز کریں بہت سی باتیں پیش ہوئیں جن میں سے ایک بندہ کے حوالہ کی گئی۔ جماعت کے سامنے یہ پیش ہوا کہ مسیحی بھائیوں کا اپنے مذہب میں جوش بڑھانے کی خاطر اور اس جوش کو موقعہ دینے کے واسطے اور نیز ناواقف مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کو مسیح کی نسبت زیادہ تعلیم دینے کے لئے ہمیں مسیحی تیوہاروں کو منانا اور

زیادہ دھوم دھام سے منانا چاہئے۔ غرض اُس جماعت نے بندہ کو حکم دیا کہ غیر مسیحی یعنی ہندو مسلمان اور یہودی تیوہاروں کا مطالعہ کر کے اُن میں سے وہ وہ رسومات نکالوں جن میں خود بخود کوئی ایسی خرابی نہیں ہے اور جن کی نقل کرنے سے مسیحی تیوہاروں کو منانے میں جوش اور دھوم دھام کا موقعہ اچھا ہوگا۔

چونکہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے اور بندہ اپنا سارا وقت صرف نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہاں پر دو تیوہاروں کا ذکر ہے۔ یعنی عید تولید اور نئے سال کا دن۔ ان کے علاوہ بہت مسیحی تیوہار ہیں جنکو مسیحیوں کی مختلف جماعتیں مناتی ہیں اور جنکو زیادہ دھوم دھام کے ساتھ منانے سے میری دانست میں ہم کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ غرض بہت کام باقی ہے اور یہ رپورٹ کسی صورت سے مکمل نہیں ہے۔ خاصکر یہاں عید قیامت اور کل صفت مصیبت کا کوئی ذکر نہیں۔

عیدِ تولد۔ جو رسومات اس تیوہار کو منانے کے لئے پیش ہیں وہ ہندوؤں کی جنم اشٹمی۔ رام نومی اور دیوالی سے اقتباس کی گئی ہیں۔

عیدِ تولد کی رسومات۔

(۱) بڑے دن سے ۳ دن پیشتر گھر کو لیپنا۔ پوچنا اور ہر طرح سے صاف اور آراستہ کرنا۔

(۲) انہیں دنوں میں یسوع کی نسبت نبوتوں اور اُسکی پیدائش وغیرہ کی کتھائیں سُننی۔

(۳) مسیح کی پیدائش کے نظارے دکھانے۔ مثلاً یوسف اور مریم کا بیت لحم میں آنا۔ چرواہوں کا بیان۔ مجوسیوں کے تحفے وغیرہ۔

(۴) مگر عید تولد کے بھجن اور غزل گانا۔

(۵) گھروں میں ہر ایک رات روشنی کرنا۔ اور دروازوں کو پھول پتوں کے ہاروں سے سجانا۔

(۶) دو تین دن سے اچھے کھانے کھا کر عید تولد کی رات کو فاقہ کرنا۔

(۷) رات بھر جاگنا تاکہ تولد کی انتظاری ہو۔

(۸) صبح سویرے گرم پانی اور خوشبودار چیزوں سے نہانا اور آپس میں مبارکبادیاں کہنا۔

(۹) سارے گھر کا دھن ایک جگہ اکٹھا کر کے اور اُس پر نگاہ کرتے ہوئے "تو میرے دل کا ہے عزیز دنیا اس مضمون کا کوئی اور گانا اور کل خاندان خدا کی بیش قیمت دولت کیلئے جو اس نے خدا سے پائی ہو . . . . . . شکریہ ادا کرے۔

(۱۰) تمام مسیحی جمع ہو کر اور ستارے کا جھنڈا بلند کر کے بڑی دھوم دھام سے جلوس نکال کر عام عبادت کے لئے گرجے میں جائیں۔

(۱۱) ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ بطور تحفہ کے دیں۔

(۱۲) ایک بڑا کھانا کیا جائے کہ جس میں کل رشتہ دار کلیسیا کے عہدہ دار اور غریب غربا شامل ہوں۔ اور جس کے بعد آتشبازی اور پٹاخے چھوڑے جائیں اور خوشی کے دیگر آثار نمودار ہوں۔

نئے سال کا دن۔ اقتباس ہندو ورش ارمبھ

رسومات۔

(۱) اچھی طرح سے نہانا۔

(۲) مبارکبادیاں آپس میں کہنا

(۳) تمام مسیحی جمع ہو کر اور صلیبی جھنڈے کے پیچھے جلوس نکالکر عبادت عام میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ فراہم ہوں۔

(۴) ملائم آواز سے سب سے خاصکر بچوں سے باتیں کرنا۔

(۶) تخلیہ میں نئے ارادے باندھنے۔

(۷) ایک بڑا کھانا کیا جائے۔ کہ جس میں خود آپ کے ایک حصہ میں یتیم کی بیتیاں شامل ہوں اور جس میں غریب رشتہ دار اور کلیسیا کے ہادی شریک ہوں

(۸) آنے والے سال کی بڑی بڑی تاریخوں اور تیوہاروں کی فہرست کا پڑھنا اور ان کا بیان صاف کھول کے بتانا۔ (یہ کام پادری صاحبان بخوبی کر سکتے ہیں)

بالآخر عرض یہ ہے کہ اگر کسی صاحب کو ان مذکورہ بالا باتوں کا کچھ تجربہ ہو گیا ہے۔ اور ان پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں۔ یا اگر اس مضمون کے متعلق کوئی مفید خیال ہو۔ تو آپ سے التماس ہے کہ آپ خوشی سے ضرور اپنے اُس تجربہ۔ اور روشنی اور خیال کو ظاہر کیجئے۔ اس کام پر غور و خوض کرنے اور اُسے بڑھانے کے لئے پادری سکھ لال صاحب جو کٹھڑہ الہ آباد میں مقیم ہیں اور بندہ بصورت ایک کمیٹی کے مقرر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ بندہ آپ کے صبر دعا اور امداد کے از حد حاجتمند اور خواستگار ہیں۔

ای بی جیمن وڈ

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پُر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلےٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہٰذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلباء پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور باہتمام لالہ دیو انجند صاحب پروپرائٹر چھپا